میجر شہزاد نیرؔ بحیثیت شاعر

ہارون راؤ

Haroon Rao

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

سفینہ سلیم

Safina Saleem

M.Phil Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Pak Army`s sacrifices and achieve-ments for well being, prosperity and defence of pakistan are unique, unmatchable and immemorable. In this research article it has been shown that Maj. Shahzad Nayyer of pak Army, in spite of his official duties, is serving the nation of pakistan and urdu lovers through his creative work especi- his marvellous poetry. He has won fame in eyes of critics, poets and prose writers.

تخلیق، تخلیق کار کی ذات اور اس کی شخصیت کی پرتیں کھولنے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔اس کی روح کے اعمال نامے اور قلبی واردات کا اظہار حرفوں اور لفظوں کے ذریعے ہوتا ہے۔اس اعمال نامے اور قلبی واردات تک رسائی کے لیے تخلیق کار سے مکالمہ ضروری ہوتا ہے۔یہ مکالمہ تخلیق کار کو سامنے بیٹھا کر نہیں بلکہ اس کی تخلیق کے روبرو بیٹھ کر ہوتا ہے، جہاں لفظ ہم کلام ہوتے ہیں، علامتیں اور تمثالیں خود بخود کھلتی ہیں اور ان میں پوشیدہ کہانیاں رینگتی ہوئی قریب سے قریب تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔علمی و ادبی اعتبار سے شہزاد نیرؔ متنوع خصوصیات کی حامل شخصیت ہیں۔انھوں نے رپورتاژ، مضمون نویسی اور لسانیات جیسے شعبوں میں بھی اپنی علمی اور ادبی بصیرت کا لوہا منوایا ہے۔ان کا قلم تازہ فکری جولانیوں اور حیرانیوں کو سمیٹ کر روانیوں کی لاثانی تصویریں بناتا ہے اور شاعری کی دیوی ان پر سایہ فگن ہو کر ان سے شعر لکھواتی ہے اور اس طرح یہ شاعری آمد کی شاعری کا بہترین نمونہ قرار پاتی ہے۔

عصرِ رواں میں فکری اور ادبی رجحانات کو الفاظ کے موتیوں سے صفحات کی زینت بنانا، ایک جہاد کے مماثل ہے۔مگر شہزاد نیرؔ نے یہ صعوبتوں بھرا سفر، محض اپنی محنت، لگن اور جذبہ عشق کی بدولت طے کر کے دکھایا ہے۔اس نے خود کو دکھوں کے انبار میں سلگتی ہوئی حقیقی دنیا کا مردِ مجاہد اور مردِ میدان ثابت کیا ہے۔اس نے فکر و نظر کے لیے مواد کو اس مادرِ گیتی اور اس کے باسیوں

کے مصائب وآلام سے حاصل کیا ہے۔ان کی تخلیق کاری کے حوالے سے احمد ندیم قاسمی رقم طراز ہیں:

''شہزاد نیرؔ نو جوان شاعر ہیں مگر جوانی ہی میں انھوں نے اپنی تخلیقی توانائیوں کا لوہا منوالیا ہے۔ وہ دونوں اصناف شعر،نظم اور غزل کو سلیقے سے برتتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان کا جوہر بیشتر ان کی نظموں میں کھلتا ہے۔ وہ اپنے آس پاس کی صورت حال کا مطالعہ بہت ذہانت اور ذکاوت کے ساتھ کرتے ہیں اور اس مطالعے کے فن کارانہ اظہار میں کوئی بھی مصلحت، ان کی مزاحم نہیں ہوتی۔ چنانچہ ان کی شاعری کا نمایاں تاثر صداقت اور حقیقت ہے۔ وہ خواب بھی یقیناً دیکھتے ہیں مگر ان خوابوں کو بھی ماورائیت کے سمندر میں ڈوبنے سے بچائے رکھتے ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔''(۱)

شہزاد نیرؔ کی شاعری کا سب سے پہلا مجموعہ ''برفاب'' تھا یہ ان کی نظموں پر مشتمل تھا۔اس کا سنِ اشاعت ۲۰۰۶ء ہے۔اب تک اس کے چار (۴) ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ برفاب کی نظموں کی اہمیت کا اندازہ،ان کے فن اور تخلیق کاری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ان میں انسان ایک طرف ''خاک'' اور دوسری طرف ''روشنی'' ہے۔ برفاب کی نظموں میں بے چارگی،غم،موت، جنگ،عدو،سنگ دلی اور مصائب وآلام کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس مجموعے میں ان کی ایک نظم ''جس تن لاگے'' بھی شامل ہے، اس میں انسان کی بے چارگی اور دکھوں کا اظہار یوں کیا گیا ہے:

جو خالی پیٹ پر پتھر پڑے ہوں
اور فکرِ آب ودانہ چین کھا جائے
تو کیسے دن گزرتا ہے!
تجھے معلوم کیسے ہو
ورائے حاجت نان ونمک ہے تو
تجھے اندیشہ فردا نہیں ہے!
کبھی دھرتی کو لرزانا
کبھی لہریں اٹھا کر بام وسقفِ جاں گرا دینا
یہ تیرا کھیل ہی ہوگا
فلک سے دیکھنے والے،
ہمارا کچھ نہیں بچتا
کہیں ٹوٹے ہوئے خوابوں کی جراحی نہیں ہوتی!(۲)

عصرِ رواں میں مادہ پرستی اپنے عروج پر ہے اور اخلاقی اقدار کو گھن لگ چکا ہے۔ ہر انسان اپنے حصار میں قید ہے۔ معاشرے کے افراد کے ساتھ فکری وذہنی رابطہ تو دور کی بات ایک چھت کے نیچے رہنے والے افراد ایک دوسرے کے لیے بیگانے ہو چکے ہیں اور جب سے انسان کو جدید ذرائع ابلاغ نے اپنی قید میں لیا ہے تب سے اس کے پاس اپنوں کے لیے تو درکنار خود کے

کے لیے بھی وقت نہیں رہا۔ وہ اپنی ذات سے آنکھیں ملانے سے گھبراتا ہے۔ شاعر ہمارے معاشرے کا سب سے حساس طبقہ ہوتا ہے لہٰذا وہ معاشرے میں پائی جانے والی اس طرح کی بے حسی اور اس سے پیدا ہونے والی یاسیت کو نہ صرف محسوس کرتا ہے بلکہ اپنی تخلیقات کا موضوع بھی بناتا ہے اس حوالے سے دوسری رائے نہیں ہے کہ شاعر کو مخصوص قسم کا فن تخلیق کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا یعنی اسے ادب برائے زندگی یا ادب برائے فن کے دائروں میں قید نہیں کیا جا سکتا مگر وہ خود کو سماج سے الگ تھلگ رکھنا ہی نہیں چاہتا اس طرح اس کی شاعری پر مقصدی شاعری کا ''لیبل'' بھی لگ جاتا ہے مگر وہ اپنی تخلیقات میں سماجی رویوں اور چلن کا اظہار کیے بنا رہ نہیں پاتا۔ میجر شہزاد نیرّ کی فکری کاوش نے موبائل، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے ہماری سماجی زندگی میں منفی اثرات کا تذکرہ نظم "Cyber Chat" میں یوں کیا ہے:

''دوریاں انگلیوں پر لپٹتی رہیں
ایک پردے پہ دنیا سمٹتی رہی
وقت اڑتا رہا
اجنبی دور دیسوں کے لوگوں کی
سنگت میں کٹتا رہا
انگلیوں کی زبانی وہ اظہار آب
کتنا آسان ہے!
لب سے کہنے میں جس کو زمانے لگیں
دِل سے دِل مل گئے
کائناتی رفاقت کے رشتے بندھے
ایک چھت کے تلے رہنے والوں
میں بھی فاصلے بڑھ گئے
وقت اتنا کہاں
خود سے ملنے کی فرصت بھی ملتی نہیں!!(۳)

شہزاد نیرّ نے تعقل پسندی اور حسن کاری کو اپنے فکری اور فنی رویوں میں جگہ دی ہے۔ وہ درون و بیرون ذات رونما ہونے والے کسی بھی واقعے کو عقل اور فکر کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور ایک جداگانہ اسلوب کے ساتھ اس کو سپردِ قلم کرتے ہیں۔ وہ اپنے اندر موجود عقلیہ کا استعمال کرتے ہوئے تجزیہ کرتے ہیں اور پھر قلم کی مدد سے واقعے کو تمثالوں میں ڈھالتے ہیں۔

شہزاد نیرّ نے نظم اور غزل، دونوں میں حیرت کشا تخلیقی، جواہرات پیش کیے ہیں۔ اس کی غزلوں میں جدید عہد سے جڑے ہوئے بیشتر مسائل مثلاً: فرد کی تنہائی، بے چارگی، فطرت سے دوری، لا حاصلی، عالمی جنگی جنون، دہشت گردی، سماجی ناہمواری، غربت و افلاس اور جہالیت کو بہ خوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ انھوں نے ان مسائل سے جڑے تمام سوالات کو شعری پیرہن عطا کیا ہے اور فنی تقاضوں پر بھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ ان کی تخلیقات عصرِ رواں کی تمام تشکیک، بداعمالیوں اور انسانی المیوں کی عکاس

ہیں وہ دنیا کے مسائل سے آنکھ نہیں چرانا چاہتے اور ساتھ ہی تمنائے دل کو بھی نہیں جھٹلاتے۔ وہ مجہولی اور انفعالی رویے کے قائل نہیں ہیں۔ انھوں نے تغزل کی روایت کو اپنی جدت طبع کی بدولت نہ صرف ایک نیا آہنگ دیا ہے بلکہ وہ ان غزلوں میں قندیل دل سے شبِ تار کو روشن کرنے کا ہنر جانتے ہیں اور یہ کسی تخلیق کار کی منفرد صفت ہوتی ہے۔ ان کی ایک غزل کے چند اشعار:

زمین سہار نہ پائی مری شکست کا بوجھ
کہ جتنی بار گرا ہوں میں اتنی بار اٹھا
اٹھا تو کون اٹھائے گا بوجھ احساں کا
مجھے اٹھانے کی زحمت نہ میرے یار اٹھا
میں حکم ضبط کو نافذ نہ کر سکا دل پر
جہاں بھی ظلم کو دیکھا وہیں پکار اٹھا
سب اہلِ ہوش تو بیٹھے رہ گئے لیکن
نقاب چرخ اٹھانے کو لے گسار اٹھا
زمین اپنی جگہ ہے زمان اپنی جگہ
ذرا ہماری نظر سے یہ دو حصار اٹھا
نہیں کہیں بھی نہیں ہے کوئی بھی حل اس کا
یہ بود و ہست کا قضیہ ہزار بار اٹھا
ملا کے خاک میں مجھ کو وہ جب چلا نیّرؔ
تو اس کے پاؤں پکڑنے مرا غبار اٹھا(۴)

شہزاد نیّرؔ کی غزلوں میں رومانویت، نئے الفاظ وتراکیب محاورات اور روزمرہ کا استعمال، دراصل ان کے فکروفن کی دوامیت کا امین ہے۔ وہ معاشرتی حقائق کا بیان ایک لوچ دار، رسیلے اور پرسوز انداز میں کرتے ہیں تاکہ زندگی کے تلخ حقائق کے اظہار کے لیے شیریں انداز اختیار کیا جا سکے۔ اشعارات کا استعمال شاعر کی دلی واردات کو بیان کرنے کے لیے ایک مشعل کی حیثیت رکھتا ہے۔ شہزاد نیّرؔ نہ صرف استعارات کا خوب صورت استعمال جانتے ہیں بلکہ مابعد الطبیعاتی اسرار کو گرفت میں لینے کے لیے کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔ نئے مضامین الفاظ، استعارات اور لہجے کی تلاش ان کی تخلیق کاری کا خاصہ ہے۔

دورِ جدید میں نظم گوئی کا رجحان، غزل گوئی کے مقابلے میں زیادہ اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے شعرا اور تخلیق کاروں کے پاس، اپنے تجربات اور قلبی واردات کو لفظوں میں ڈھالنے کے لیے نظم ہی ایک آسان راستہ رہ گیا ہے۔ مگر شہزاد نیّرؔ نے غزل گوئی کے تنزلی کے دور میں اسے ازسرِ نو بحال کرنے کی بہت کامیاب کوشش کی ہے۔ وہ ان ہم عصر شعرا کے لیے ایک قابلِ تقلید مثال بن گئے ہیں جو اس واہمے کا شکار تھے کہ شاید غزل کو دوبارہ عروج حاصل نہ ہو سکے۔ شہزاد نیّرؔ کی غزل میں ان کی بنیادی شعری تربیت اور روایت سے ربط رکھنے کی کوشش واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ ان کی شاعری میں منفرد اسلوب زبان کے درست برتاؤ، علامتوں اور استعاروں میں پوشیدہ معانی تک رسائی کی جدوجہد واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے:

مجھ سے جس نے بھی اختلاف کیا
میرے ہونے کا اعتراف کیا
کس حقیقت کا انکشاف کیا
دل نے مجھ کو مرے خلاف کیا
ایک دنیا تباہ کر ڈالی
ایک ذرّے نے انحراف کیا
تو نے مجھ کو معاف کر ڈالا
میں نے خود کو نہیں معاف کیا
اک صورت دکھائی دینے لگی
میں نے دل میں عجب شگاف کیا
جس پر گردِ خود نمائی تھی
پھر مجھے آئنے نے صاف کیا
مسجدوں میں تھا شور اور شر نیئرؔ
میں نے صحرا میں اعتکاف کیا(۵)

شہزاد نیئرؔ کے شعر کی بنیاد داخلی تفکر پر ہے۔ وہ اپنی شاعری قدرت، خالق،مخلوق اور غیر موجود وغیرہ جیسے موضوعات کو اپنی ادرا کی قوت کی بدولت بھرپور انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے ہاں بہت سے اشعار ندرت بھرے مضامین لیے ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری گہرائی اور گہرائی کی ایک واضح مثال ہے۔ اس شاعری میں روشنی اور رجائیت کے عکس کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

شہزاد نیئرؔ کی شاعری میں نئی لفظیات اور ترکیب سازی کی متنوع اقسام نظر آتی ہیں۔ لہجے کے اعتبار سے ان کی شاعری بالکل منفرد اور خاص انداز کی حامل ہے۔ اچھی شاعری کے لوازمات میں سے ایک بلند تخیل بھی ہے۔ یہ تخیل کی پرواز ہی تو ہے جو نئے نئے تصورات کے جالے بنتی ہے اور نئے نئے گھروندے تعمیر کرتی ہے۔ شہزاد نیئرؔ کی شاعری میں بلند پروازی اور تخیل کی فراوانی کے واضح ثبوت موجود ہیں۔

شہزاد نیئرؔ نوجوان طبقے کی نمائندگی کرنے والا شاعر ہے۔ مگر اس نے نئی فکر کی بنیاد اپنی روایات پر رکھی ہے۔ وہ عصری شعور اور سماجی کرب کو اپنی تخلیقات میں جگہ دیتے ہیں۔ آپ صرف غمِ جاناں ہی کو عزیز نہیں رکھتے بلکہ غمِ دوراں کے کرب میں بھی خود کو گھلاتے ہیں۔ انسانی زندگی کے مصائب ہوں یا انسان کا مقصد، یا پھر کائنات کے اسرار اور حیات و کائنات کے بھید اور تقدیر جیسے اختلافی فلسفیانہ افکار کا اظہار بڑی بصیرت سے کرتے ہیں۔ ان موضوعات پر قلم اٹھانا تو نثر میں انتہائی مشکل امر ہے اور پھر شاعری کے لیے بندھن اور الفاظ میں ان موضوعات پر ٹھوس رائے دینا جان جوکھوں کا کام ہے ان کی شاعری میں نہ سطحی پن ہے اور نہ یہ مقصدیت بلکہ ان کی شاعری میں تدبر اور غور و فکر کی فراوانی ہے۔ ایک قادر الکلام شاعر اپنی صلاحیتوں کا لوہا ہر طرح کی

تخلیقات میں منوالیتا ہے۔شہزاد نیئرؔ نے گیت نگاری بھی کی ہے:

بابل رے توری بنتی کروں ہوں، کان لگا کر سن
دل کی بات بہت مدھم ہے، دھیان لگا کر سن
آنکھیں جس کی چاہ کریں بس مجھے وہ چھونے پائے
میں جس ہاتھ کو جانوں نا ہیں، کبھی نہ مجھ تک آئے
موہ پریت کا بھوجن مورا، اور کوئی نہ کھائے
تھالی اس کے آگے رکھوں جو مورے من بھائے
بابل تجھ سے پھول نہ مانگوں، پھول کی باس اڑ جائے
پیارے پی کا پیار دلا دے کبھی نہ جو کملائے
بابل تجھ سے دہیج نہ مانگوں، مانگوں ایک نیائے
من بھاون مورا گھونگھٹ کھولے، من بھاون لے جائے(۶)

آپ کے ہاں خیالات منتشر صورت میں نظر نہیں آتے بلکہ تمام تخیل کے تمام ستارے ایک مرکز پر چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ان کی کئی شہرہ آفاق نظمیں اور غزلیں فن پر گرفت، ماہرانہ پیرائیہ اظہار، برجستگی اور اعجاز بیانی کی نا قابلِ تردید مثالیں ہیں۔آپ کے مشاہدہ کائنات وسعتِ مطالعہ اور عمیق فکر نے ان کے اندر لفظوں کو موقع محل کے مطابق برتنے کا ہنر پیدا کر دیا ہے۔شہزاد نیئرؔ ان تمام صفات سے متصف ہیں جنھیں ہم اخلاقی اقدار کی پاس داری، نظریاتی آزادی اور محبت کا نام دے سکتے ہیں۔شہزاد نیئرؔ کی تخلیق نگاری کے حوالے سے نیلم ملک رقم طراز ہیں:

''بظاہر اردو ادب کے مستقبل بارے فکر مند رہنے والوں کی فکر مندی کچھ ایسی بے جا بھی نہیں کیونکہ جیسے جیسے آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ اشیا کی پیداوار اور کھپت میں اضافہ ہو رہا ہے وہیں شاعر ادیب بھی کھمبیوں کی طرح پیدا ہو رہے ہیں اور طرفہ قیامت یہ کہ ان کا کام بھی چل رہا ہے۔کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں۔مشاعرے بھی سج رہے ہیں۔کہانیاں بھی پڑھی جارہی ہیں اور ان پہ ڈرامے بھی بن رہے ہیں۔معیار کے بجائے مقدار اپنا کام دکھا رہی ہے۔لیکن میرے خیال میں خاص طور پر شاعری کے حوالے سے صورتِ حال اس قدر مایوس کن بھی نہیں جس قدر بیان کی جاتی ہے۔شاعری میں کئی نام ایسے ہیں جو اپنے ہنر اور لگن کی بدولت خود کو منوانے میں کامیاب رہے۔ان چند ناموں میں نمایاں اور معتبر نام شہزاد نیئرؔ کا ہے۔جن کا کلام پڑھنے کے بعد ادب کی بقا کے حوالے سے دم توڑتی امید میں نئی روح پھونکی جاتی محسوس ہوتی ہے اور یہ یقین پختہ ہونے لگتا ہے کہ جب تک شہزاد نیئرؔ ایسے باکمال تخلیق کار سامنے آتے رہیں گے، تب تک اردو ادب سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔''(۷)

شہزاد نیرّ نے بہت سے تھوڑے عرصے میں اپنے ہم عصر ادبا، شعرا اور نقادوں کو متاثر کیا ہے اور اپنی فنی عظمت کا لوہا منوایا ہے۔ ان کے مضامین ''فنون''، ''ادراک'' اور ''قرطاس'' جیسے مجلّوں میں تواتر کے ساتھ شائع ہوتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی تخلیقی نگارشات سے صاحبانِ علم وفن کی تشنگی کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس حقیقت کو تو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ شہزاد نیرّ نے نظم و غزل کے مقابلے میں نثر نگاری بہت کم کی ہے مگر شاعری میں انھوں نے ادبی کہکشاں کے ایک اہم ستارے کی حیثیت سے خود کو ذاتی خصوصیات کی بنا پر تسلیم کروالیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قاسمی، احمد ندیم، فلیپ: چاک سے اترے وجود، از شہزاد نیرّ، راولپنڈی: رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، طبع سوم، ۲۰۱۷ء

۲۔ شہزاد نیرّ، میجر، برفاب، طبع چہارم، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء، ص: ۴۷۔۴۳

۳۔ ایضاً، ص: ۸۹۔۸۸

۴۔ شہزاد نیرّ، میجر، خوابشار، جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۸ء، ص: ۴۱

۵۔ ایضاً، ص: ۶۸۔۶۷

۶۔ شہزاد نیرّ، میجر، گرہ کھلنے تک، جہلم: بک کارنر، طبع سوم، ۲۰۱۹ء، ص: ۱۰۱

۷۔ نیلم ملک، مضمون: محبتیں، شفقتیں، مشمولہ: خوابشار، از شہزاد نیرّ، ص: ۶۰۔۱۵۹

☆......☆......☆